تدوین حدیث

(از عبدالحلیم ناظم صدیقی مولوی فاضل مدرس رحمانیہ و مدیر محدث)

اسلام کے اکملیت اور حقانیت بہترین دین ہونے پر نہ صرف تمام اسلامی فرق متفق ہیں بلکہ مخالفین اسلام نے بھی اسکی حقانیت کا اعتراف کیا ہے۔ اسلامی اصول بتانیوالی الہامی کتاب قرآن مجید کے سامنے تمام اسلامی فرقے اجتماعی طور پر سر تسلیم و نیاز خم کرتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو خود کو مسلم و مومن کہتا ہے قرآن کریم کے ایک حرف اور ایک نقطہ سے بھی اختلاف نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم کے جو کچھ اوامر و نواہی وغیرہ سے متعلق فرامین ہیں ان کے واجب العمل ہونے سے کسی کو قطعی انکار نہیں۔ لیکن بایں ہمہ مقام حیرت و استعجاب یہ ہے کہ آج کل مذہبی و عملی آزادی کے خواہاں بعض ایسے اسلامی فرقے اور ذاتی اعتقاد کے ذمہ دار مسلمان پیدا ہو گئے ہیں جو بزعم خود قرآن کو تو اصولی اور ہر حیثیت سے واجب العمل مانتے ہیں مگر احادیث یعنی اسلام کے بہترین مذہبی ذخیرے سے انکار کرتے ہیں۔ حدیث کو ظنی اور تاریخی حیثیت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اگرچہ اس پر خود غلط اعتقاد کے لوگ مسلمانوں میں بہت کم ہیں۔ اکثریت اور اجماع اسی پر ہے کہ قرآن و حدیث دونوں کو اجمال و تفصیل کے ساتھ واجب العمل سمجھا جائے اور یہی حق ہے جو شخص حدیث کا انکار کریگا وہ تو لازمی طور پر قرآن کا بھی منکر سمجھا جائیگا۔ کیونکہ قرآن مجید نے متعدد مقامات میں حدیث کی اتباع اور اس پر عمل ضروری قرار دیا ہے۔ جسکی مثالیں منکرین حدیث کا جواب دیتے ہوئے بہتیرے حضرات نے پیش کر دی ہیں ہم نے بھی "محدث" مجریہ محرم ۱۳۵۳ھ میں اہمیت حدیث پر اپنے مدلل خیالات ظاہر کر دیئے ہیں۔ ہمارا یہ مسلسل مضمون صرف حدیث کی تدوین اور تاریخی بلند پائگی سے متعلق ہے۔

حدیث کا پایہ کمزور اور غیر اہم بنانیکیلئے کہا جاتا ہے کہ حدیث پہلی صدی ہجری کے بعد مدون ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمون میں حدیث کی تدوین نہیں ہوئی۔ بلکہ رسول اللہ احادیث کی کتابت سے منع فرماتے اور اگر کسی صحابی کے لکھنے کا حال معلوم ہوتا تو ناراض ہوتے۔ آنحضور کے انتقال کے بعد صحابہ کرام خصوصاً خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی حدیث کی کوئی کتاب مدون نہ ہوئی۔ اور نہ لوگ حدیث لکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہ کو حدیث کی روایتوں میں اکثار کرنے پر سزا دی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ حدیثیں لکھکر جمع کی تھیں جنکو پھر جلا دیا تھا۔ ان تمام وجوہ کو پیش کر کے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ حدیثیں قابل عمل و لایق توجہ نہ تھیں اسلئے صحابہ کرام اور خود رسول اللہ اس کیطرف زور نہ دیتے تھے بلکہ کتابت و تدوین سے روکتے تھے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ جب پہلی صدی ہجری میں تدوین نہ ہوئی تو دوسری صدی اور اسکے بعد کی صدیوں میں تدوین حدیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حفظ و بیان روایت میں خرابی و نقص واقع ہو گیا ہو۔ یہ مذکورہ بالا خیالات مستشرقین یورپ نے اپنی کم فہمی کیوجہ سے ظاہر کئے تھے جنکو آج بعض مسلم طبقہ یورپ کی کورانہ تقلید اور مذہبی لزوم سے قطعی آزادی حاصل کرنیکے لئے بڑے طمطراق سے پیش کرتا ہے لیکن ہم سطور ذیل میں بتائینگے کہ ان اقوال و خیالات کی اصلیت کہاں تک درست

وصحیح ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی صدی ہجری میں تدوین حدیث

"علم حدیث وہ علم ہے جسکے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وافعال وحالات معلوم ہوں" رسولؐ کی عالیشان وبلند مرتبت ہستی کو ان بیننے کے بعد ضروری ہوجاتا ہے کہ ان کے تمام اقوال وافعال آئندہ آنیوالی قوموں کیلئے نمونہ بناکر قائم ودائم اور برقرار باقی رکھے جائیں۔ قرآن کہتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اب ہمارے لئے اتنی صدیاں گذرنیکے بعد رسول اللہ کی کامل وجامع زندگی جبھی نمونہ بن سکتی ہے کہ آنحضرتؐ کے تمام حالات ہمارے سامنے ہوں۔ بحمداللہ کہ اللہ کے فضل وتوفیق اور صحابہ وتابعین ومحدثین کی کوششوں سے تمام حالات مکمل وجامع طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں اور اسی لئے ہم فخر کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم ومذہب اپنے رہبر وہادی کی حالتیں قولی وفعلی مسلمانوں کے مقابلہ میں مکمل طور پر پیش نہیں کرسکتا۔ چونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا اثر قیامت تک کیلئے خدا نے مترتب فرمایا ہے اسلئے قرآن کے اشارات کو دیکھکر خود رسول اللہ اور صحابہ کرام نے احادیث کا تحفظ ضروری سمجھا۔ چنانچہ مدلل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کی تدوین رسول اللہ کے زمانہ سے شروع ہوگئی تھی اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے محدثین کرام نے اس حق کو خوب واضح طور پر پورا کردیا۔ اس میں شک نہیں کہ پہلی صدی ہجری میں باخود رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے مبارک عہد میں حدیث کا کوئی صحیح مجموعہ کتابی صورت میں مدون نہیں ہوا تھا، یہ بھی درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے تمام صحابہ کرام کو کتابت وتدوین حدیث کی اجازت نہ تھی اس کی خاص وجہ تھی اور وہی وجہ خلفائے راشدین کے بھی پیش نظر تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اگر حدیث کی کتابت کا اذن عام ہوجاتا تو لوگ یہود ونصاری کیطرح حدیث ہی میں لگجاتے اور قرآن چھوڑ دیتے۔ چونکہ عہد رسول میں قرآن بھی مدون نہ تھا اسلئے خوف تھا کہ کہیں قرآن وحدیث باہم مخلوط نہ ہوجائیں۔ اسی لئے رسول اللہ عام طور پر کتابت سے منع فرماتے تھے اور خلفائے راشدین بھی اسی احتیاط کو مدنظر رکھکر اکثار حدیث وکتابت حدیث سے روکتے تھے۔ چنانچہ جب یہ خوف جمع وتدوین قرآن سے جاتا رہا تو عام طور پر تدوین وروایت حدیث شروع ہوگئی۔ حضرت ابوبکر کے مجموعۂ حدیث اور اسکو جلانیکی روایت بالکل کمزور ہے چونکہ قرآن کئی نسخوں میں حضرت عثمان کے زمانہ میں باقاعدہ مدون وجمع ہوا۔ اسلئے زمانہ ماقبل میں حضرت ابوبکر کے جمع قرآن کے بعد بھی کبار صحابہ کو یہی خوف تھا کہ لوگ احادیث میں غلو نہ کرلیں اور قرآن مجید کو چھوڑ نہ دیں۔ حضرت عمر اس باب میں زیادہ محتاط تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ تدوین حدیث کا مشورہ صحابہ سے حضرت عمر نے لیا تھا لیکن ایک نئی چیز کیلئے چند دن بہت پریشان رہے۔ پھر وہی تلبس واختلاط کا خوف ظاہر کرکے تدوین کا خیال چھوڑ دیا یہ ان کا کمال احتیاط تھا۔ اور اسی جذبہ پر حضرت ابوہریرہ کو بھی اکثار حدیث سے روکتے تھے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن ایکدم مدون نہ تھا اسلئے تلبس کا خوف اور زیادہ غالب تھا۔ اسوجہ سے تدوین حدیث کا خیال عمومی طور پر مناسب نہ تھا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی ضرورت بھی صحابہ کو پیش نہیں آئی کیونکہ جس شخص کو جو فتوی دریافت کرنا ہوتا تنہا یا مجمع میں رسول اللہ سے پوچھکر اسی وقت سے عمل درآمد شروع کردیتا تھا اسلئے ظاہر ہے کہ عملی حیثیت حفظ کیلئے بہت قوی ہوتی ہے نیز امور دین ودنیا کی اجتماعی باتیں طول طویل ہوجاتیں اسلئے حدیث کی تدوین کی ضرورت نہ سمجھی۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ کے لوگوں میں تحریر وکتابت کا عام طور پر رواج بالکل نہ تھا۔ چندہی ایسے صحابہ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اسلئے عمومی طور پر

حدیث کی کتابت کا چرچا کیسے ملسکتا ہے یہ تو عام طور پر حدیث کی کتابت و تدوین پہلی صدی کے وسط اول میں نہ ہونیکے وجوہ تھے اب آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ باوجود ان دشواریوں اور ان احتیاطی تدابیر کے اس زمانہ میں بھی بعض اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں جن سے صاف طور پر کہا جاسکتا ہے کہ بعض شیفتگان علم حدیث حضور کی اجازت سے حدیث کی کتابت و تدوین میں لگے رہتے تھے۔ سب سے پہلے خود زمانہ حضور کو لیجئے اور اس میں کتابت حدیث کی مثیلیں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مسلم ہے کہ حضور کا ہر قول و فعل حدیث ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلاطین کو خطوط ہدایت بھیجنا بھی حدیث کا تحریری پہلو ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

حجۃ الوداع کے خطبہ کے بعد ایک یمنی صحابی نے درخواست کی کہ یہ احکام مجھے لکھدئے جائیں تاکہ مکمل طور پر محفوظ رہیں چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اکتبوا لابی شاہ۔ یعنی ابو شاہ کیلئے ان احکام کو لکھدو۔

حدیث کی اکثر کتابوں میں ابواب الصدقہ میں یہ حدیث ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو بحرین کا والی بناتے وقت امور صدقات لکھوا کر دئیے۔

ترمذی و ابو داؤد میں ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے احکام صدقات تمام عمال کیلئے لکھوائے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص حدیثیں لکھتے تھے تو ان پہ لوگ اعتراض کرتے تھے۔ ایکدن ابن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے اعتراض اور اپنی کتابت حدیث کو بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق۔ (لکھا کرو۔ قسم خدا کی میری زبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا)

ترمذی میں ایک انصاری کا واقعہ ہے۔ انہوں نے رسول اللہ سے شکایت کی کہ حضور کے اقوال حافظہ کی کمزوری کیوجہ سے یاد نہیں رہتے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لیا کرو (لکھلو) مذکورہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کتابت حدیث سے امتناع مخصوص وقت اور مخصوص اصحاب کیلئے تھا۔ بعض صحابہ کرام کو اجازت تھی۔ وہ حدیثیں لکھتے تھے۔ چنانچہ حضور کے انتقال کے بعد بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں بعض مخصوص اصحاب حدیثیں لکھنے اور مدون کرنے میں کوشاں تھے۔ مسلم شریف میں موجود ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس حدیثوں کا ایک مجموعہ کتاب العقل کے نام سے تھا۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو حدیث کی ایک کتاب مدون کرنیکا خیال ہوا تھا۔ سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکی جمع کردہ حدیث کی ایک کتاب ملی تھی۔ تہذیب التہذیب میں حضرت ابو ہریرہ کا قول مذکور ہے کہ عمرو بن العاص بعض حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔

الغرض تاریخ و سیر کی کتابوں سے نمایاں طور پر بغور مطالعہ کرنیوالے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ عہد فاروق تک کتابت و تدوین حدیث کی مثالیں بہت کم ہیں۔ تلبس کے خوف سے صحابہ کا خیال حدیث کی طرف علی و حفظی تو تھا لیکن تحریری بہت کم تھا۔ لیکن عہد عثمان میں تدوین قرآن سے اختلاف و تلبس کا خوف جاتا رہا تو صحابہ کرام احادیث کثرت سے روایت کرنیلگے۔ لیکن پھر بھی احتیاط بہت تھی حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس حدیث سے ڈر کر اکثر اصحاب احتیاطاً روایت سے دور رہے۔

تہذیب التہذیب سے پتہ چلتا ہے کہ دورِ صحابہ میں حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت انسؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عبداللہ بن ربیعؓ۔ تدوین حدیث کے حامی و کوشاں تھے بحسب ذیل سات ایسے صحابی ہیں جنہوں نے کثرت سے روایتیں کی ہیں۔ ان کو مکثرین کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے ۵۳۷۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے ۲۲۳۰۔ حضرت انس بن مالک سے ۲۲۸۶۔ حضرت عائشہ سے ۲۲۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے ۱۶۶۰۔ حضرت جابر سے ۱۵۴۰۔ حضرت ابوسعید سے ۱۱۷۰ حدیثیں مروی ہیں۔

صحابہ کے بعد ہی تدوین حدیث پوری طرح شروع ہو جانیکی یہ بھی وجہ ہے کہ جوں جوں کتابت و تحریر کا زور ہوتا گیا حافظہ میں کمزوری ہوتی گئی۔ اسلئے تحفظ حدیث کو لازمی سمجھکر تدوین کا آغاز کر دیا گیا لیکن صحیح حدیث کے جمع و تلاش میں بہت احتیاط و پابندی برتی گئی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ تابعین کے زمانہ میں واضعین حدیث بھی پیدا ہو گئے تھے۔ لہذا تابعین کے عہد میں اعتبار مفقود تھا۔ وہی لوگ معتبر تھے جو ثقات تھے۔ جنہوں نے صحابہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور خود ان سے سنا تھا اور صحابہ نے بھی انکی تعریف کی تھی مثلاً سعید بن المسیب۔ عروہ بن زبیر۔ قاسم بن محمد۔ حسن بصری۔ علقمہ۔ نافع۔ سالم بن عبداللہ وغیرہ

زرقانی میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز متوفی سنہ ۱۰۱ھ بعہد خلافت بنی امیہ کا زمانہ خلافت پہلی صدی ہجری کا آخری زمانہ تھا۔ یہ ایک نہایت پارسا و محدث خلیفہ تھے۔ انہوں نے امام محمد بن شہاب زہری کو تدوین حدیث کا حکم کیا تھا چنانچہ امام زہری نے حدیث کی ایک مبسوط کتاب تالیف کی تھی۔ اور انہیں کی ترغیب سے ابوبکر حزمی نے بھی حدیث کی ایک کتاب مدون کی تھی۔ ان واقعات و شواہد سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ کتابی صورت میں تدوین حدیث پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اسوقت کی مدون کتابیں یا مجموعے آج کیوں موجود نہیں۔ جواب میں ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری کی کوئی حدیث کی کتاب آج ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ اسکی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسوقت طباعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسلئے وہ کتابیں یقیناً قلمی طور پر کتابی صورت میں کتبخانوں میں رہی ہونگی اور تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی کتبخانے کتنی دفعہ شام و بغداد میں ہلاکو خاں جیسے حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے۔ ممکن ہے یہ تالیفات انہیں موقعوں پر ضائع ہو گئی ہوں دوسری وجہ جو اصل اور بڑی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں طباعت اور چھپائی وغیرہ کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے پہلی صدی ہجری کی تمام تالیفات بے ترتیب اور بیاض کیطرح تھیں۔ جو دوسری صدی کی تالیفات میں مدغم ہو گئیں۔ اور آئندہ جو کتابیں چھپکر شائع ہوئیں انہیں میں بعض حصے پہلی صدی کے جمع کردہ بھی ایک نئی ترتیب سے شامل کر لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

آئندہ دوسری صدی ہجری سے سلسلہ تدوین حدیث کو بتایا جائیگا۔ انشاءاللہ (ایڈیٹر)

از مولانا افق کاظمی

یہ خود غرضی یہ خودپرستی کب تک } یہ غفلت و بے حسی و مستی کب تک
رفعت کی طرف افق ہو جلدی مائل } نادان متوجہ سوئے پستی کب تک